ذرائع ابلاغ اور مقاصد شریعت

منور سلطان ندوی
معاون علمی مجلس تحقیقات شرعیہ

مقاصد کی تعریف

مقاصد لفظ مقصد کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں راستہ کا سیدھا ہونا، انصاف، میانہ روی، اور کسی تک پہونچنا، قرآن میں یہ لفظ کئی مواقع پر آیا ہے، مثلا

لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک۔(۱)

اگر نزدیک میں مال حاصل کرنا ہوتا اور سفر ہلکا پھلکا ہوتا تو یہ منافقین ضرور آپ کے ساتھ چلتے۔

وعلى الله قصد السبيل (۲)

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہونچتا ہے۔

اقصد فی مشیک (۳)

اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

قدیم فقہاء کے نزدیک مقاصد کا لفظ اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں ہوا، البتہ معاصر فقہاء نے اسے ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے، مقاصد کی تعریف مختلف مصنفین نے الگ الگ کی ہے، امام طاہر بن عاشور اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

المعانی والحکم الملحوظة للشارع فی جمیع احوال التشریع او معظمها بحیث لا تختص ملاحظتها بالکون فی نوع خاص من احکام الشریعة فیدخل فی هذا اوصاف الشریعة وغایتها العامة والمعانی التی لا یخلو التشریع عن ملاحظتها ویدخل فی هذا ایضا معان من الحکم لیست ملحوظة فی سائر انواع الاحکام ولکنها ملحوظة فی انواع کثیرة۔(۴)

وہ معانی اور حکمتیں جن کا لحاظ تشریع کے تمام یا اکثر حالات میں کیا جائے بایں طور کہ ان کی پابندی کسی خاص قسم کے احکام تک محدود نہ ہو۔ اس میں شریعت کی صفات اور اس کی عمومی غایتیں شامل ہیں، اور وہ معانی بھی شامل ہیں جن کو ملحوظ رکھنا تشریع میں ضروری ہے۔ اس میں ایسی حکمتیں بھی شامل ہیں جو تمام انواع کے احکام میں محفوظ نہیں ہوتیں، لیکن بہت

سے انواع میں ملحوظ ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر یوسف حامد عالم نے مقاصد کی تعریف اس طرح کی ہے:

هی المصالح التی تعود علی العباد فی دنیاهم و اخراهم سواء اکان تحصیلها عن طریق جلب المنافع او عن طریق دفع المضار۔(۵)

یہ ایسے مصالح ہیں جو دنیا یا آخرت میں بندوں پر مرتب ہوتے ہیں، خواہ یہ نفع پہونچانے کے ذریعے ہو یا نقصان کو دفع کرنے کے ذریعے۔

نورالدین الخادمی لکھتے ہیں:

هی المعانی الملحوظة فی الاحکام الشرعیة و المترتبة علیها سواء اکانت تلک المعانی حکما جزئیة أو مصالح کلیة أم سمات اجمالیة و هی تتجمع ضمن هدف واحد هو تقریر عبودیة اللہ مصلحة الانسان فی الدارین (۶)

یہ ایسے معانی ہیں جو شرعی احکام میں محفوظ ہیں اور ان کے ساتھ وابستہ ہیں، چاہے وہ معانی جزئی احکام ہوں یا کلی مصالح، یا پھر اجمالی خصوصیات ہوں، یہ سب ایک ہی ہدف کے تحت جمع ہوتے ہیں، یعنی اللہ کی عبادت اور انسان کی دونوں جہانوں میں بھلائی۔

مقاصد کی اصطلاح گرچہ بعد میں وجود میں آئی، مگر یہ باتیں مصالح کے عنوان سے ہمیشہ علماء متقدمین کے یہاں زیر بحث رہی ہیں، ڈاکٹر جاسرعودہ مقاصد کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر خود اصطلاح 'مقاصد' کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں امام جوینی بھی (جو اس علم کے ابتدائی موسسین میں سے ہیں) کبھی کبھی مقاصد شریعت کو 'مصالح عامہ' سے تعبیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور امام غزالیؒ نے تو تمام مقاصد کو (چاہے وہ ضروریات کی قبیل سے تعلق رکھتے ہوں یا حاجیات وتحسینیات کی) مصالح مرسلہ کے ضمن میں ذکر کیا ہے، اور طوفی نے مصلحت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: مصلحت وہ سبب ہے جو شارع کے مقصد کو بطور عبادت نہ کہ عادت پہونچائے، اسی طرح قرافی کا کہنا ہے کہ: شریعت انہی مقاصد کا اعتبار کرتی ہے جن سے کوئی غرض صحیح وابستہ ہو، جو یا تو انسان کے لئے کسی مصلحت کو مہیا کرے یا کسی مفسدہ کو اس سے دور کرے، تاج سبکی نے تحریر کیا ہے: شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے تمام فقہ کی اصل 'اعتبار مصالح' اور 'درء مفاسد' کو قرار دیا ہے، بلکہ اگر کوئی کہنا چاہے تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے صرف 'اعتبار مصالح' کو ہی فقہ کی اصل قرار دیا ہے، اس لئے کہ درحقیقت 'درء مفاسد' بھی 'اعتبار مصالح' کے ہی ضمن میں آتا ہے، اور خود شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے القواعد الکبری میں تحریر فرمایا ہے کہ: جو کوئی بھی 'جلب مصالح' اور 'درء مفاسد' کے سلسلہ میں شریعت کا تتبع کرے گا اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ اس 'مصلحت' کا اعتبار نہ کرنا جائز نہ تھا، اور اس 'مفسدہ' کے قریب جانا ناجائز تھا، چاہے اس کے سلسلہ میں کوئی نص، اجماع یا قیاس اس کو نہ ملے، اس لئے کہ شریعت کا فہم (یا تفقہ) اسی کا متقاضی ہے''۔(۷)

مقاصد کے اقسام

فقہاء نے مختلف جہات کے اعتبار سے مقاصد شریعت کی الگ الگ قسمیں بیان کی ہیں، افراد امت سے تعلق کے تناظر میں مقاصد شریعت کی تین قسمیں ہیں: مقاصد عامہ، مقاصد خاصہ، مقاصد جزئیہ۔ (۸)

مقاصد عامہ

یہ وہ مقاصد ہیں جن کی رعایت شریعت کے تمام ابواب یا اکثر ابواب میں پائی جاتی ہے، مثلاً حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت عقل، حفاظت نسل، حفاظت مال، اسی طرح رفع حرج، رفع ضرر، لوگوں کے درمیان عدل کا قیام وغیرہ۔

نور الدین الخادمی لکھتے ہیں:

وھی التی تلاحظ فی جمیع او اغلب ابواب الشریعة و مجالاتھا بحیث لا تختص ملاحظاتھا فی نوع خاص من احکام الشریعة فیدخل فی ھذا اوصاف الشریعة و غایاتھا الکبری۔ (۹)

یہ وہ چیزیں ہیں جن کا لحاظ تمام یا زیادہ تر ابواب شریعت اور اس کے میدانوں میں کیا جاتا ہے، اس طرح کہ اس کی رعایت کسی خاص قسم کے شریعت کے احکام تک محدود نہیں ہیں، چنانچہ اس میں شریعت کی خصوصیات اور اس کے بڑے مقاصد شامل ہیں۔

مقاصد خاصہ

مقاصد خاصہ سے مراد وہ مصالح یا امور ہیں جن کا شریعت اسلامی کے کسی ایک میدان سے متعلق ابواب میں خیال رکھا گیا ہو، مثلاً عبادات کے مقاصد، خاندانی نظام سے متعلق مقاصد، مالی احکام سے متعلق مقاصد، عقوبات اور سزاؤں سے متعلق مقاصد وغیرہ۔

نور الدین الخادمی کے الفاظ میں:

وھی التی تتعلق بباب معین او ابواب معینة من ابواب المعاملات وقد ذکر ابن عاشور ان ھذہ المقاصد ھی: خاصة بالعائلة ...بالتصرفات المالیة ...بالمعاملات المنعقدة علی الابدان کالعمل والعمال ...بالقضاء والشھادة...بالتبرعات...بالعقوبات۔ (۱۰)

مقاصد جزئیہ

شریعت کے کسی متعین حکم سے متعلق مقاصد جیسے وجوب، استحباب، کراہت، شرط وغیرہ، نکاح میں مہر کا مسئلہ، کہ اس کا مقصد میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنا ہے، اسی طرح نکاح میں گواہوں کا شرط ہونا کہ اس کا مقصد عقد نکاح کی پختگی ہے تاکہ باہم نزاع سے بچا جا سکے، شریعت کے کسی حکم میں کبھی ایک ہی مقصد ہوتا ہے، اور کبھی ایک زائد مقاصد بھی ہوتے ہیں، ایک حکم میں ایک مقصد کی مثال مخطوبہ (منگیتر) کو دیکھنا ہے، کہ اس کا مقصد نکاح کرنے سے پہلے اس کی جانب رغبت کا پیدا کرنا ہے، اور ایک سے زائد مقاصد کی مثال اذان ہے کہ اس کا مقصد نمازیوں کو نماز کے لئے بلانا بھی

ہے، اور یہ اس بات کا اعلان بھی ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے۔

اسی طرح کبھی ایک حکم میں دو طرح کے مقاصد جمع ہوتے ہیں، ایک عمومی مقصد اور دوسرے جزئی مقصد، جیسے نکاح کا عمومی مقصد حفاظت نسل ہے، اور جزئی مقصد پاکدامنی، لذت، انس کا حصول ہے۔ (۱۱)

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ لکھتے ہیں:

نعنی بها المقاصد الخاصة بباب معين أو بابواب متجانسة من الشريعة أو مجموعة متجانسة من احكامها وكذلك الخاصة بالعلوم الانسانية والاجتماعية الكونية لضبطها بموازين الشريعة۔ (۱۲)

مقاصد کی دوسری تقسیم

بعض فقہاء نے مکلف کی ضرورت کے پس منظر میں مقاصد کی تین قسمیں کی ہیں، ضروریات، حاجیات اور تحسینیات، یعنی ضرورت، حاجت اور تحسین۔

ضروریات

ضروریات سے مراد ایسے اساسی مصالح جن کے بغیر فرد اور معاشرہ کا وجود ممکن نہیں، اور ان کے نہ ہونے سے زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے، امام شاطبی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما الضرورية فمعناها انها لا بد منها فی قيام مصالح الدين والدنيا بحيث اذا فقدت لم تجر مصالح الدين على استقامة بل على فساد وتهارج وفوت حيات وفی الاخرى فوت النجاة والنعيم والرجوع بالخسران المبين۔ (۱۳)

علامہ شاطبی نے ضروریات میں پانچ چیزوں کو شامل کیا ہے، جو اس طرح ہیں: حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت نسل، حفاظت مال، حفاظت عقل۔ (۱۴)

حاجیات

حاجیات میں وہ مقاصد شامل ہیں جن کی وجہ سے تنگی دور ہوتی ہے، کشادگی آتی ہے، مثلاً مرض کے نتیجہ میں لاحق ہونے والی مشقت کی وجہ سے عبادت میں تخفیف، حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی وسعت وغیرہ، حاجیات کا تعلق عبادات، عادات، معاملات اور جنایات سے ہوتا ہے، یعنی یہ مقاصد انہی شعبوں میں پائے جائیں گے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

واما الحاجيات فمعناها انها مفتقر اليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المودى فی الغالب الى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب فاذا لم تراع دخل على المكلفين على الجملة الحرج والمشقة ولكنه لا يبلغ مبلغ الفساد العادى المتوقع فی المصالح العامة وهی جارية فی العبادات والعادات والمعاملات والجنايات۔ (۱۵)

ضروریات کی حفاظت کا تقاضہ ہے کہ حاجیات کی حفاظت کی جائے، اور حاجیات کی بنیاد تنگی اور حرج کو دور کرنے پر ہے، لہذا ہر وہ مصلحت اور ہر وہ حکم جو انسان کے لئے گنجائش پیدا کرے، اور یک گونہ اطمینان حاصل ہو اس کا شمار

حاجیات میں ہوگا۔(۱۶)

اور جہاں تک تحسینیات کا تعلق ہے تو اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو آداب کے قبیل سے ہیں، کہ جن کے ذریعہ ہر کام اچھے طریقہ پر انجام دیا جائے، اس کے نہ ہونے سے زندگی کے نظام میں کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا، نہ ہی حرج اور تنگی لاحق ہوتی ہے، البتہ زندگی ناپسندیدہ ہو جاتی ہے۔

علامہ شاطبی کے الفاظ میں:

واما التحسينات فمعناها الاخذ بما يليق من محاسن العادات وتجنب المدنسات التى تانفها العقول الراجحات ويجمع ذلک قسم مكارم الاخلاق۔(۱۷)

اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کا تعلق محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق سے ہے، اور اس کے فقدان سے تنگی اور حرج لاحق نہیں ہوتا ہے، اس کی مثال طہارت، ستر عورت، کھانے پینے کے آداب، وغیرہ، اس میں وہ تمام مصالح اور تمام منفعت شامل ہیں جو ضرورت اور حاجت کے درجہ میں تو نہیں ہیں مگر ان میں لوگوں سے فائدہ ہے، دینی اعتبار سے اور دنیوی اعتبار سے۔

مقاصد کے باب میں ذرائع ابلاغ کی حیثیت

گذشتہ صفحات میں ضروریات کی تعریف کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ ایسے بنیادی مصالح ہیں جو افراد اور معاشرہ کے لئے ضروری ہیں، اور ان کے نہ ہونے کی وجہ سے زندگی انحطاط کا شکار ہو جاتی ہے، اس تعریف کی بنیاد پر ذرائع ابلاغ کو ضروریات میں شامل ہونا چاہیے، کیونکہ رائے عامہ کی ہمواری اور شعور کو بیدار کرنے میں اس کا جو کردار ہے اس کی روشنی میں ضروریات میں شامل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

امام ماوردیؒ زندگی کے لئے ضروری امور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اعلم ان مابه تصلح الدنيا حتى تصير احوالها منتظمة وامورها ملتئمة ستة اشياء هى قواعدها وان تفرغت وهى دين متبع وسلطان قاهر وعدل شامل وامن عام وخصب دائم وامل فسيح۔(۱۸)

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دین کی اشاعت اور نظام کا استقرار دونوں کا وجود ہوتا ہے، اور اس کے بغیر دنیا کا نظام چل نہیں سکتا ہے، اسی لئے ذرائع ابلاغ کو حکومت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے، ذرائع ایسا مرکزی عنصر ہے جو انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ تینوں کے لئے راہ ہموار کرتا ہے، اس پس منظر میں دیکھا جائے تو امام ماوردی نے زندگی کے لئے جن چھ امور کا ضروری قرار دیا ہے ان سب کو یہ مکمل کرنے والا ہے۔

افراد اور معاشرہ کی اصلاح میں ذرائع ابلاغ کا ٹھوس اور موثر کردار ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، ذرائع ابلاغ سے معاشرہ سنور سکتا ہے، اور اسی سے معاشرہ خراب بھی ہو سکتا ہے، ذرائع ابلاغ کا ضرورت میں شامل ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے بنیادی مقصد یعنی امت کے نظام کی حفاظت اور اس کی بہتری کو باقی رکھنے میں بنیادی کردار ذرائع ابلاغ کا ہوتا ہے۔

خاص وعام کی اصلاح کے بارے میں شریعت میں واضح ہدایات موجود ہیں، اوراسی مقصد کی تکمیل کے لئے رسولوں کی بعثت ہوئی، آسمانی کتابیں نازل کی گئیں، حضرت شعیب علیہ السلام کی زبان سے ادا ہونے والا یہ جملہ اس بات کی دلیل ہے، ان ارید الا الاصلاح مااستطعت (۱۹)

دینی اصلاح میں دین اور دنیا دونوں سے متعلق امور شامل ہیں، یعنی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، سماجی، عمرانی ہر طرح کے اموراس میں داخل ہیں، مختلف آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے:

هو انشاكم من الارض واستعمركم فيها (۲۰)

اللہ ہی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اورزمین ہی میں بسایا ہے۔

ومن الناس من يعجبک قوله في الحياة الدنيا ويشهدالله على مافي قبله وهو الد الخصام واذا تولى سعى في الارض ليفسد فيها ويهلک الحرث والنسل والله لا يحب الفساد واذا قيل له اتق الله اخذته العزة فحسبه جهنم ولبئس المهاد (۲۱)

بعض لوگ وہ ہیں کہ دنیوی زندگی میں آپ کوان کی بات بھلی لگتی ہے، وہ اپنے دل کے حال پر اللہ کو گواہ بھی بناتے ہیں، حالانکہ وہ سخت ترین دشمن ہیں۔ جب وہ حکومت پالیتے ہیں تو زمین میں اس بات کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اور کھیتیوں اور جانوروں کو ہلاک وبرباد کردیں، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو غروران کو گناہ پر کمربستہ رکھتا ہے، ان کے لئے دوزخ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی براٹھکانہ ہے۔

شریعت میں ایسے اداروں پر خاص توجہ دی گئی ہے جو عمومی نظام کی حفاظت کرتے ہیں، اور عمومی مصالح کی تکمیل کا سامان فراہم کرتے ہیں، مثلا قضاء یعنی عدالت کا نظام، انتظامی نظام وغیرہ، علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قضاۃ اورائمہ کو متعین کرنا واجب ہے، کیونکہ ان افراد کے ذریعہ ہی دینی اور دنیوی فرائض کی تکمیل ہوتی ہے، اس پس منظر میں غور کیا جائے تو ذرائع ابلاغ کی بھی یہی حیثیت ہے کہ عمومی مصالح کی تکمیل میں اس کا بڑا موثر کردار ہوتا ہے۔ (۲۲)

اگر ذرائع ابلاغ کو ضروریات کے زمرہ میں شامل نہ مانے تو لازما اس کو حاجیات کے زمرہ میں شامل میں سمجھا جائے گا، حاجیات کی وضاحت اس سے قبل گزر چکی ہے کہ جن کے فقدان سے تنگی لاحق ہوسکتی ہے وہ حاجیات میں شمار کی جائے گی، اس بناء پر ذرائع کو حاجیات میں شمار کیا جانا چاہیے کہ اس کے نہ ہونے سے پریشانی اور تنگی یقینی ہے، اور جب اس کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلسل تنگی پائی جائے تو پھر ایسی حاجت ضرورت شمار ہوتی ہے، کیونکہ ضروریات کی حفاظت کا تقاضہ ہے کہ حاجیات کی حفاظت کی جائے، پروفیسر عمر عبید حسنہ لکھتے ہیں:

واذا كان الامر كذلک فانه جريا على ماذكر سلفا من تعقيد للمقاصد فانه دائر بين الحاجيات والضروريات وقد نرتفع بتوصيفه الى مرتبة الضروريات لما يترتب له في الاعلام العالمي ضد الاسلام والمسلمين وقصد مسخ هوية المسلمين فضلا عن مسخ الهويه الانسانية ككل فدور الاعلام لا يقتصر على العطاء والابداع في تقديم الوجبات الاعلامية على تنوعها وتعددها بل دورا لا يقل اهمية في مواجهة الهجمة الاعلامية الخارجية الشرسة التي تستهدف هويتنا وتحقق تبعيتنا۔ (۲۳)

فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ حاجت کبھی ضرورت کے درجہ میں آجاتی ہے، فقہی قاعدہ ہے:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة۔ (۲۴)

شیخ زرقاء اس قاعدہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحاجة تتنزل فيما يحظره ظاهر الشارع منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة وتنزيلها منزلة الضرورة فى كونها تثبت حكما وان افترقا فى كون حكم الاول مستمرا وحكم الثانية موقتة بمدة قيام الضرورة اذ الضرورة تقدر بقدرها۔ (۲۵)

'حاجت عام ہو یا خاص' اس کی تشریح الموسوعۃ الفقہیۃ میں اس طرح کی گی ہے:

ومعنى كون الحاجة عامة ان الناس جميعا يحتاجون اليها فيما يمس مصالحهم العامة من تجارة وزراعة وصناعة وسياسة عادلة وحكم صالح ومعنى كون الحاجة خاصة ان يحتاج اليها فرد او افراد محصورون او طائفة خاصة كارباب حرفة معينة۔ (۲۶)

امام شاطبی لکھتے ہیں:

فلذلک اذا حوفظ على الضرورى فينبغى المحافظة على الحاجى واذا حوفظ على الحاجى فينبغى ان يحافظ على التحسينى اذا ثبت ان التحسينى يخدم الحاجى وان الحاجى يخدم الضرورى فان الضرورى هو المطلوب (۲۷)

ذرائع ابلاغ اور شریعت کے مقاصد عامہ

اسلامی شریعت کا نزول کچھ مقاصد کی تکمیل اور کچھ مفاسد کو دور کرنے کے لئے ہوئی ہے، اور ذرائع ابلاغ اپنی تمام شکلوں: سمعی، بصری، مقروئی کے ساتھ انسان کے لئے شئی لازم بن چکے ہیں بحیثیت فرد بھی اور بحیثیت جماعت بھی، اور انسان کے مسائل میں مضبوط کردار بھی ادا کرتے ہیں، اس طرح گذشتہ کی تفصیلات کے مطابق مقاصد کی تینوں قسموں پر اس کا انطباق ہوتا ہے، بایں طور کہ ذرائع ابلاغ شریعت کے کلی مقاصد یعنی حفاظت دین، حفاظت نفس، حفاظت عقل ،حفاظت مال کے محافظ ہیں، اسی کے ساتھ یہ بہت سے جزئی مقاصد کے بھی محافظ ہیں۔

مصالح کی حفاظت جہاں ایجابی پہلو سے ہوتی ہے وہیں سلبی پہلو سے بھی ہوتی ہے (۲۸) اسی طرح حفاظت میں اعلی اور ادنی دونوں سطحیں شامل ہیں، مثلاً مصالح صرف ضروریات اور حاجیات تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ تحسینات بھی اس میں شامل ہیں، حاصل یہ کہ شریعت کی جانب سے مصالح کی حفاظت تمام پہلوؤں سے ہے اور تمام جہتوں سے ہے، امام زرکشی لکھتے ہیں:

فان قلت اذا كانت كل شريعة انبنت على مصالح الخلق اذ ذاک فبماذا اختصت شريعتنا حتى صارت افضل الشرائع وأتمها؟ قلت بخصائص عديدة منها . . . استجماعها لمهمات المصالح وتتماتها ولعل الشرائع قبلها انما انبنت على المهمات وهذه جمعت المهمات والتممات۔ (۲۹)

اگر آپ کہیں کہ اگر ہر شریعت مخلوق کے مفادات پر مبنی ہے تو پھر ہماری شریعت کس چیز میں خاص ہے کہ یہ سب شریعتوں سے افضل اور مکمل ہوگئی؟ میں کہوں گا کہ اس کی کئی خصوصیات ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اہم مفادات اور ان کی تکمیل کو جمع کرتی ہے، اور شاید اس سے پہلے کی شریعتیں صرف اہم مفادات پر مبنی تھیں، جبکہ یہ اہم مفادات اور ان کی تکمیل کو یکجا کرتی ہے۔

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ شریعت کے پانچوں مقاصد کی تکمیل کس طرح ہوگی اس کا جائزہ ذیل کی فصلوں میں لیں گے۔

۱۔ حفظ دین اور ذرائع ابلاغ

ضروریات دین میں سب سے مقدم حفظ دین ہے، امام شاطبی کے بقول حفظ دین کے ایجابی پہلو بھی ہیں اور سلبی پہلو بھی، ایجابی طریقہ سے حفظ دین کی ابتداء دلائل اور عقل کی روشنی میں، دلوں میں ایمان کی آبیاری، ایمان کی مضبوطی، تذکیر کے ذریعہ اس کی نگرانی، بندہ اور خدا کے درمیان تعلق کی مضبوطی جیسے کاموں سے ہوتی ہے، اور ان تمام کاموں کے لئے دعوت الی اللہ، تعلیم، تربیت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے طریقوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔

حفظ دین سے متعلق مقاصد میں دین سے متعلق شبہات کا ازالہ، اعداء اسلام کے اعتراضات کا جواب دینا ہے، ان دونوں طریقہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال نہایت ضروری ہے۔

ایجابی اور سلبی دونوں لحاظ سے حفظ دین کے مختلف مراتب ہیں، کلمہ شہادت کا اقرار ضرورت کا درجہ رکھتا ہے، نماز، زکوۃ کا مرتبہ حاجت کا ہے، جبکہ نوافل تحسنیات کے دائرہ میں آتے ہیں، ان مراتب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف حامد العالم لکھتے ہیں:

ومصلحة الدين متفاوتة منها ما يقع فى رتبة الضرورة والاصل بالنسبة لبقية المصالح وهذه المرتبة هى التصديق والاعتراف بوجود الحقيقة الكبرى وهى مرتبة الايمان بالله واليوم الآخر۔

ومنها مايقع فى رتبة الحاجة وهى العبادة والعمل بناء على الاوامر الجازمة وهى مرتبة توابع الايمان المكملة لمقصوده كالصلاة والزكاة والصوم والحج۔

ومنها مايقع وقع التزين والتحسين وهى نوافل الخير وكل الاعمال التى تعتمد على اوامر غير جازمة وهى تلى المرتبة الثانية وتكملها مثل نوافل الصلوات والصدقات ونوافل الصيام والحج۔ (۳۰)

اسلام کا تعارف

حفاظت دین سے متعلق مذکورہ تمام کاموں کے لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جاسکتا ہے، بایں طور کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایسے پروگرام منعقد کئے جائیں جو اسلام کے تعارف پر مشتمل ہوں، جن میں اسلام کے حقائق کو موثر انداز میں پیش کیا جائے، اسی طرح غیر مسلموں کو اسلام سے واقف کرانے کے مقصد کے لئے پروگرام پیش کئے جائیں۔

علامہ ابن عاشور تحسینی مصالح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمصالح التحسينية هي عندي ما كان بها كمال حال الامة في نظامها حتى تعيش آمنة مطمئنة ولها بهجة في مرای بقية الامم حتی تكون الامة الاسلامية مرغوبا في الاندماج فيها أو في التقرب منها۔ (۳۱)

اورمیرے نزدیک تحسینی مصالح وہ ہیں جن کے ذریعے امت کی حالت میں کمال ہوتا کہ وہ امن وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکے اور باقی امتوں کے سامنے اس کی شان وشوکت ہوتا کہ اسلامی امت میں شامل ہونے یا اس کے قریب آنے کی خواہش پیدا ہو۔

لادینی افکار کا جائزہ

اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اور اجتہاد کے پرفریب نعروں کے ذریعہ جوافکار ونظریات پیش کئے جاتے ہیں، اور جس طرح ذرائع ابلاغ کوان مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اوراپنی شریعت کے بارے میں اپنے ناقص فہم اور غیر دینی تصورات کو پیش کرنے کا عمل جاری ہے، اس کو روکنے کے لئے اہل علم کا میدان میں آنا اوران کے جواب کے لئے تیار ہونا ضروری ہے، ابلاغ کے مختلف ذرائع کو استعمال کرکے ان کے پھیلائے ہوئے افکار کا جائزہ اور جواب وقت کی اہم ضرورت اور علماء کا فریضہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاويل الجاهلين۔ (۳۲)

دین کا صحیح فہم نہ رکھنے والوں کو دین کی بات کرنے سے روکنا بھی اسی ذمہ داری میں شامل ہے۔

عدل وانصاف کا فروغ

حفاظت دین کے حوالہ سے میڈیا کا ایک اہم کام عدل کا قیام اور عوام کے درمیان عدل وانصاف کی ترویج واشاعت کرنا ہے، کیونکہ میڈیا کی طاقت ہر طاقت پر بھاری ہوتی ہے، اوراسی لئے میڈیا کو چوتھا ستون کہا جاتا ہے، بے شمار ایسے پروگرام ہیں جن میں فساد کے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، جب میڈیا کے ذریعہ معاملات منکشف ہوتے ہیں تب لوگوں کوان کے حقوق ملتے ہیں۔

اس طرح کی چیزیں بھی اقامت عدل کے حوالہ سے حفاظت دین کا حصہ ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب و الميزان ليقوم الناس بالقسط و انزلنا الحديد فيه باس شديد و منافع للناس و ليعلم الله من ينصره و رسله بالغيب ان الله قوی عزيز۔ (۳۳)

ہم نے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ آسمانی کتاب اور ترازو بھی اتارا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا بھی پیدا کیا، جس میں بڑی طاقت اور لوگوں کے لئے بہت سے فائدے ہیں، اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اوراس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو دیکھ لیں، یقینا اللہ ہی طاقتور اور غالب ہیں۔

اورالتحریر میں ہے:

و اما القسط فهو اجراء امور الناس على ما يقتضيه الحق فهو عدل عام بحيث يقدر صاحب الحق منازعا لمن قد احتوى على حقه۔ (۳۴)

دینی شعائر کی حفاظت

دین کی حفاظت کے دائرہ میں اسلامی شعار اور دینی رموز کی حفاظت بھی شامل ہے، دینی اداروں، دینی شخصیات اور دینی شعائر کو نشانہ بنانا ذرائع ابلاغ کا قدیم وطیرہ ہے، مثلا پردہ کا مذاق اڑانا، وغیرہ ان جیسے امور پر توجہ دینا اور ایسے پروگرام پیش کرنا جن کے ذریعہ دینی شعائر کی اہمیت عام لوگوں کے ذہنوں میں بڑھے، بھی ضروری ہوگا، اور یہ بھی دین کی حفاظت میں شامل ہے۔

عربی زبان کی حفاظت

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دین کی حفاظت کے ذیل میں عربی زبان کی نشر واشاعت اور اس کی حفاظت بھی ہے، کیونکہ عربی زبان دین کا خزانہ ہے، شریعت کی جانب سے ہر مسلمان پر اتنی عربی زبان سیکھنا واجب ہے جس سے اس کی عبادت صحیح ہو سکے، البحر المحیط میں ہے:

ومعرفة لسانه فرض على كل مسلم من مجتهد وغيره وقد قال الشافعي رحمه الله على كل مسلم ان يتعلم من لسان العرب ما يبلغه جهده في اداء فرضه، وقال في القواطع: معرفة لسان العرب فرض على العموم في جميع المكلفين الا انه في حق المجتهد على العموم في اشرافه على العلم بالفاظه ومعانيه اما في حق غيره من الامة ففرض فيما ورد التعبد به في الصلاة من القراءة والاذكار لانه لا يجوز بغير العربية۔ (۳۵)

زبان کی خدمت میں ذرائع ابلاغ کا کردار اور اس کی تاثیر نا قابل انکار حقیقت ہے، فصیح زبان کی حفاظت اور عامی سے پرہیز ذرائع ابلاغ سے متعلق افراد کی ذمہ داری ہے۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اما اعتياد الخطاب بغير اللغة العربية۔ التي هي شعار الاسلام ولغة القرآن۔ حتى يصير ذلك عادة للمصر واهله او لاهل الدار او للرجل مع صاحبه او لاهل السوق او للامراء او لاهل الديوان او لاهل الفقه فلا ريب ان هذا مكروه فانه من التشبه بالاعاجم وهو مكروه كما تقدم... واعلم ان اعتياد اللغة يوثر في العقل والخلق والدين تاثيرا قويا بينا ويوثر ايضا في مشابهة صدر هذه الامة من الصحابة والتابعين ومشابهتم تزيد العقل والدين والخلق وايضا فان النفس اللغة العربية من الدين ومعرفتها فرض واجب فان فهم الكتاب والسنة فرض ولا يفهم الا بفهم اللغة العربية وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب۔ (۳۶)

دین کی حفاظت کے ذیل میں اسلامی شعائر کی توقیر بھی ہے، اسلامی شعائر مثلا حجاب وغیرہ کو اکثر مذاق کا موضوع بنایا جاتا ہے، اسی طرح دینی اداروں اور تنظیموں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، آرٹ کے نام پر عریانیت کی تبلیغ کی جاتی ہے، ان جیسے معاملات میں بھی ذرائع ابلاغ کا بڑا کردار ہوگا، اور یہ بھی حفاظت دین کا حصہ ہے۔

۲۔ حفظ نفس اور ذرائع ابلاغ

انسانی جان کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد میں ہے، انسانی جان کی حفاظت کا مطلب صرف قتل کی حرمت

اور قصاص نہیں ہے، بلکہ نسل انسانی کے وجود کی حفاظت سے ہی حفاظت نفس کا آغاز ہوتا ہے، اور نفس سے متعلق جملہ اسباب اس میں شامل ہیں، مثلا غذا، لباس، مکان، دوا کی ضرورت، ہلاکت سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر اور حفظان صحت سے متعلق تدابیر بھی شامل ہیں، ابن عاشور لکھتے ہیں:

ومعنى حفظ النفوس: حفظ الارواح من التلف افرادا وعموما... وليس المراد حفظها بالقصاص فقط كمامثل الفقهاء بل القصاص هو اضعف انواع حفظ النفوس لانه تدارك بعض الفوات، بل الحفظ اهمه حفظها عن التلف قبل وقوعه مثل مقاومة الامراض السارية وقد منع عمر بن الخطاب الجيش من دخول الشام لاجل طاعون عمواس۔(۳۷)

حلال وحرام کی رہنمائی

حلال وحرام کا اصول شریعت کی بنیادی نظام کا حصہ ہے، شریعت نے جن غذاؤں کو حلال کیا ہے اس میں انسان کے لئے نفع رکھا ہے، اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے اس میں انسان کے لئے ضرر ہے، حرام وحلال کی حکمت ومصالح کو ذرائع ابلاغ نہ صرف بہتر انداز میں پیش کر سکتا ہے بلکہ عام انسان کو مطمئن بھی کر سکتا ہے۔

اصول صحت کی رہنمائی اور غذا کے بارے میں بیداری

غذا، دوا وغیرہ سے متعلق صحت کے اصول کی رہنمائی، اس مقصد کے لئے طب اور غذا پر مشتمل خصوصی پروگرام، غذائیت سے متعلق بیداری پیدا کرنے کے لئے پروگرام، تندرست اور فٹ رہنے کے لئے ورزش کے پروگرام، ایسے موبائل ایپلیکشن کی تیاری جو مناسب غذا اور جسمانی ورزش کی رہنمائی کرے، صحت اور جسم کی طرف توجہ دینا انسانی جان کی حفاظت کا اہم ذریعہ ہے۔

دواؤں کے مفید اور مضر اثرات کا جائزہ

صحت کے حوالہ سے غیر منظور شدہ دواؤں کی خطرناکی کی طرف توجہ دلانا اہم ترین ضرورت اور ذرائع ابلاغ کا لازمی فریضہ ہے، مثلا موٹاپے کا علاج، کاسمیٹک کا غیر ضروری استعمال، اور اس سلسلہ میں مختلف ایجنسیوں اور اداروں مثلا وزارت صحت اور نگرانی کے اداروں اور ذرائع ابلاغ کے درمیان تعاون وہم آہنگی بھی ضروری ہے تاکہ قابل اعتماد دواؤں کا اعلان اور تشہیر آسان ہو۔

منشیات کے خلاف جنگ

انسانی جان کی حفاظت کے ذیل میں تمبا کو نوشی اور منشیات کے خلاف محاذ آرائی بھی شامل ہے، اس مقصد کے لئے ویب سائٹس پر متعدد صفحات (pages) بنے ہوئے ہیں۔

آلودگی کے بارے میں بیداری

فضاء اور ماحول اور اس کی دیکھ بھال، نیز ماحول کو آلودگی سے بچانے میں ذرائع ابلاغ کا بڑا کردار ہوسکتا ہے، یہ بھی انسانی جان کی حفاظت کے دائرہ میں آتے ہیں۔

رفاہی سرگرمیوں کی تشہیر

محتاجوں کی ضرورت کی تکمیل کے لئے عطیات اور امدادی مہمات میں میڈیا بڑا کردار ادا کرسکتا ہے، مختلف رفاہی اداروں کی ایسی سرگرمیوں کی اشاعت میں میڈیا نے ہمیشہ سرگرم رول ادا کیا ہے، میڈیا کے ذریعہ ہی رفاہی کام کرنے والوں اور ضرورت مندوں کے درمیان رابطہ ممکن ہوتا ہے۔

جرائم کی روک تھام

جرائم اور اس کی مختلف صورتوں کی روک تھام میں میڈیا بڑا کردار ادا کرتا ہے، اس سلسلہ میں قانونی مواد کی تشہیر، مجرمانہ اعمال کی سزاؤں کی تصاویر نشر کرنا اس مقصد کے لئے مفید ہوتا ہے۔

عوامی مصالح کی حفاظت

اس طرح کی سرگرمیوں میں میڈیا کا محتاط ہونا اور مصالح اور مفاسد پر اس کی نظر کا ہونا بہت ضروری ہے، جرائم کی خطرناکی سے متعلق بیداری پیدا کرنے والے بہت سے پروگرام بسا اوقات لوگوں کے دلوں میں ان جرائم کے ارتکاب پر آمادگی پیدا کردیتے ہیں، اسی طرح شرعی بنیاد کہ اصلا بری ہونا ہے، اس کا لحاظ بھی ضروری ہے، جرم ثابت ہونے سے قبل اس کا مجرم ہونا بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی طرح مجرم کی بے عزتی یا اس کے افراد خاندان کے بارے میں نازیبا سلوک روا نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس سے اس کے خاندان کو تکلیف پہونچانا لازم آئے گا۔

۳۔ حفظ عقل اور ذرائع ابلاغ

دیگر ضروریات کی طرح حفاظت عقل بھی مقاصد شریعت کا بنیادی حصہ ہے، حفاظت عقل کے سلسلہ میں پہلے صرف خمر کا ذکر کیا جاتا تھا، کیونکہ خمر عقل کو از کار رفتہ کردینے والے چیز ہے، لیکن اس مفہوم میں بڑی توسیع ہوئی ہے، حفاظت عقل میں نفس عقل اور تمام تر عقلی صلاحیتوں کی حفاظت شامل ہے، اور یہ حفاظت تعلیم، علم ومطالعہ اور علمی سطح کو بلند کرنے کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، اسی طرح عقل کو غور وفکر، تدبر، آزادانہ سوچ کا عادی بنانے اور نتائج اخذ کرنے کا ملکہ پیدا کرنے سے عقل کی حفاظت کا سامان فراہم ہوتا ہے۔

شیخ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

میرے نزدیک اسلام میں حفظ عقل کی تکمیل متعدد وسائل وامور کے ذریعہ ہوتی ہے، جیسے ہر مسلمان پر علم کی تحصیل، اس راہ میں سفر اور از آغاز تا انتہا اس کے لئے جہد مسلسل کا فرض ہونا، ہر ایسے علم کی تحصیل کا فرض کفایہ ہونا جس کی ضرورت

امت کو اپنے دینی اور دنیاوی امور میں ہو، ایسے مخصوص علمی مزاج کا پیدا ہونا جو یقین کا طالب اور اتباع ظن وہوی اور بے جا تقلید کا انکاری ہو، اور آیات کونیہ میں غور وفکر کی دعوت، ان کے علاوہ حفاظت عقل کے اور بھی وسائل اسلام میں ہیں، جن کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب 'العقل والعلم فی القرآن الکریم' میں ذکر کی ہے۔(۳۸)

ڈاکٹر سیف عبد الفتاح لکھتے ہیں:

حفاظت عقل تمدن کی ایک بنیادی ضرورت ہے، وہ نسل یا وہ لوگ جو عقل ودانائی سے بے بہرہ ہوں وہ معاشرہ کے لئے ایک غیر مفید بھیڑ ہیں یا پھر تمدن کے مقاصد کو نقصان پہونچانے والے ایک 'منفی اضافہ' کی سی حیثیت رکھتے ہیں، حفاظت عقل کا تکلیفات شرعیہ کا مناط نیز حمل امانت اور خود ارادیت کی اساس ہونا......تمام غلط افکار اور عقل کو نقصان پہونچانے والی چیزوں سے عقل کی حفاظت ایک ایسی چیز ہے جس کو استعمال کر کے اہم عہد حاضر کے اپنے بعض مسائل کو حل کر سکتے ہیں، جیسے ہجرت عقول (اصحاب عقل ودانش کی دوسرے معاشروں کو ہجرت) غیر مہذب ذہنیت، عقلی یا فکری کشمکش اور عقلوں کا سوخت ہونا۔(۳۹)

اندھی تقلید سے بچنے اور اوہام پر یقین نہ کرنے کے مزاج کو فروغ دینا

عقل کی حفاظت میں یہ بھی شامل ہے کہ عقل کو ان چیزوں سے بچایا جائے جو اس کو کمزور کرنے، اس کی صلاحیت کو ختم کرنے کا راستہ بھٹکانے اور گمراہ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، ان اسباب میں جمود، اندھی تقلید، اوہام وخرافات پر یقین، اور علم ودلائل کے بغیر کوئی بات کہنے یا ماننے کا مزاج شامل ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ان اللہ علیم بما یفعلون۔(۴۰)

تم میں سے اکثر لوگ محض بے بنیاد گمان کی پیروی کرتے ہیں، یقینا ایسا گمان حق کو جاننے کے سلسلے میں ذرا بھی فائدہ مند نہیں، وہ جو کچھ کر رہے ہیں یقینا اللہ کو ان سب کی خبر ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔(۴۱)

اے ایمان والو! بہت سارے گمانوں سے بچو، کیوں کہ بعض گمان (یعنی بدگمانی) گناہ ہوتے ہیں۔

عقل کو زائل کرنے والے ظاہری اسباب سے اجتناب کی تلقین

ان معنوی اسباب کے ساتھ عقل کو ختم کرنے یا کم کرنے کے ظاہری اسباب سے بچنا بھی ضروری ہے، ظاہری اسباب میں ظاہری نشہ اور اس سے متعلق تمام چیزوں سے اجتناب اس میں شامل ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے، اور استعمال کی صورت میں سزائیں متعین ہیں۔(۴۲)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یسئلونک عن الخمر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔(۴۳)

لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور

لوگوں کے کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (۴۴)

اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، مورتیاں، اور فال نکالنے کے تیر، گندی باتیں اور شیطان کے کام ہیں، ان سے بچو، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

عقل کے استعمال پر ابھارنا

چونکہ اعلام کا عمومی مقصد عوام پر اس طرح اثر ڈالنا کہ کسی متعین قضیہ میں رائے عامہ پیدا ہو سکے، اور یہ مقصد خبر، تبصرہ اور تجزیہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اعلام کے ذیلی مقاصد میں عوام کی رائے میں ایسی تبدیلی پیدا کرنا ہے جو اعلام سے مقصود تبدیلی سے ہم آہنگ ہو، اس پس منظر میں رائے عامہ کی تبدیلی کے ذریعہ لوگوں کے عمل ومزاج میں تبدیلی اور ان میں بیداری کے لئے حفاظت عقل کے کردار کو مضبوط وموثر بنانا ضروری ہے، آزادانہ غور وفکر کی اہمیت کو اجاگر کر کے، اس مقصد کے لئے قرآن کریم بہترین مثال ہے، قرآن لوگوں کی عقل اور ان کے ضمیر کو مخاطب بناتا ہے، قرآن کی بے شمار آیات میں علم، غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی گئی ہے، اور عقل کو استعمال کرنے پر ابھارا گیا ہے، علماء نے غور وفکر کو اسلامی فریضہ قرار دیا ہے۔

شریعت کا فطرت سے ہم آہنگ ہونے کو ثابت کرنا

عقل کی حفاظت کے مقصد میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ شریعت پر جمود کے جو الزامات لگتے رہتے ہیں ان کا پردہ فاش کیا جائے، اور اس بارے میں مقاصد شریعت کا علم بہت اہم ہے۔

اسی طرح اس بات کا واضح کرنا بھی حفاظت عقل میں شامل ہوگی کہ اسلامی شریعت انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے، اور شرعی اوامر ونواہی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں فطرت ہی صحیح اور سیدھی بنیاد ہے جس پر اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، اور انہیں زندگی میں پیغام کو ادا کرنے اور ذمہ داری کو ادا کرنے کا اہل بنایا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ جب اس تصور کو موثر انداز میں پیش کیا جائے گا تو لوگ اسلام سے قریب ہوں گے، اور یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو پائے گی کہ اسلام اور عقل کے درمیان کوئی بعد اور تضاد نہیں ہے، کیونکہ فطرت اور عقل ہی اس دین میں تشریعی احکام کی بنیاد ہے۔

۴۔ حفظ نسل اور ذرائع ابلاغ

شریعت نے ایجابی اور سلبی دونوں سطحوں پر نسل کی حفاظت کا مکلف بنایا ہے، نسل کے وجود کی بقاء کے لئے نکاح کی مشروعیت ہوئی ہے، اور اس عمل کو معاشرتی زندگی کے لئے اتنا اہم قرار دیا گیا کہ اس معاہدہ نکاح کو قرآن میں 'میثاق غلیظ' قرار دیا گیا:

و کیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا۔(۴۵)

اور تم کیسے اس کو واپس لوگے حالانکہ تم ایک دوسرے سے ہم بستری کر چکے ہو، اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہے۔

اسی طرح ازدواجی زندگی کا بہت ٹھوس نظام بنایا گیا ہے، اس کے آداب واحکام متعین ہیں جو معاشرتی نظام کو پائیدار بناتے ہیں، اور مضبوطی عطا کرتے ہیں، ان احکام میں تناسل کی ترغیب، بچوں کی بہتر تربیت کی جانب توجہ دینے، اور ان کی کفالت وحضانت کا نظام شامل ہیں۔

نسل کی حفاظت کے سلبی پہلو میں زنا کی حرمت، جنسی انارکی کی حرمت، اس سے متعلق سزائیں، نوزائیدہ بچوں کو مارنے کی حرمت اور جنین کے قتل کی حرمت شامل ہیں۔

حفاظت نسل خواہ ایجابی اعتبار سے ہو یا سلبی اعتبار سے، اس کا مطالبہ ہے کہ معاشرہ اور ملک میں ایسی عمومی پالیسی اختیار کی جائے جس کے نتیجہ میں حفاظت نسل کی مطلوبہ تمام چیزیں فراہم ہوا ور وہ تمام چیزیں ختم ہو جائیں تو اس کے لئے نقصان کا باعث ہوں۔

نظام حیات کو پرکشش بنا کر پیش کرنا

نسل کی حفاظت کے لئے میڈیا کا مطلوبہ کردار یہ ہے کہ وہ معاشرہ اور سماج میں معاشرتی زندگی کو خوشگوار نظام حیات کی شکل میں پیش کرے، بایں طور کہ خاندان کی اہمیت کو معاشرہ کی اساس کے طور پر پیش کرے، اسی طرح اس خاندانی نظام کو توڑنے والے چیزیں مثلا مہر کی مقدار میں نامناسب زیادتی، گھریلو اسباب کی فراہمی میں شوہر کی سختی جیسے عوامل کے خاتمہ کی کوشش کرے، اس طرح کے فوائد ذرائع ابلاغ سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

فواحش کے فروغ پر نکیر

حفاظت نسل کے سلبی پہلو میں ایک کام یہ بھی ہے کہ فواحش کے فروغ کو روکا جائے، جن مجلّات اور جن میڈیائی اداروں سے فواحش کی ترغیب ہوتی ہے، ان پر نکیل کسا جائے، جو میگزین اور انٹرنیٹ کے صفحات خاندان کو توڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح خاندانوں کی عزت سے کھلواڑ کرنے کا سبب بنتے ہیں، ان کو روکا جائے۔

ازدواجی زندگی کو کمزور کرنے والے افکار کا جائزہ

اسی طرح ازدواجی زندگی کو توڑنے والے افکار ونظریات کی نشریات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، فلموں اور ٹی وی سیریل کا اس بارے میں بڑا رول ہوتا ہے، ازدواجی زندگی کی مشکلات ومسائل کے حل پر مبنی پروگرام کے ذریعہ اس کی باضابطہ کوشش ہوتی ہے، اسی طرح آزادی کے نام پر بغیر شادی کے جنسی روابط کو فروغ دیا جاتا ہے۔

سماج پر برے اثرات ڈالنے والی عادتوں پر نظر

ذرائع ابلاغ کے سلبی پہلو میں ایسی بہت سی کوششیں شامل ہیں جن کا معاشرہ اور سماج پر بڑا اثر ہوتا ہے، مثلا:

جھوٹ: خلاف واقعہ کسی خبر کا عمداً یا سہواً نقل کرنا، خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، ایسی بری عادت ہے جس کا آپس کے تعلقات پر براہ راست اثر پڑتا ہے، اسی طرح معاشرتی زندگی پر اس کا اثر ہوتا ہے، اور اس سے بھیانک نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

افواہ: ایسی معلومات اور افکار جسے لوگ نقل کرتے ہیں، مگر ان کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی، یا من گھڑت خبروں کا پھیلانا ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو، قرآن میں واقعہ کی تحقیق پر زور دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

یاایھاالذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبنیوا أن تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی مافعلتم نادمین۔ (۴۶)

اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو ناواقفیت میں نقصان پہونچا دو، پھر تم کو اپنی حرکت پر پچھتانا پڑے۔

ایک قرات میں 'فتبینوا' کی جگہ 'فتثبتوا' آیا ہے، گویا اللہ تعالی نے آنے والے خبروں کو چھانٹ پھٹک کرنے کے بعد اسے دوسروں تک منتقل کرنے کا حکم دیا ہے۔

جب تک خبر کی صحت نہ معلوم ہو اس وقت تک اس کو نقل کرنا ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہے، حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے:

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع۔ (۴۷)

ایک بری عادت جو نسل کی حفاظت سے مغایر ہے، مگر میڈیا میں خوب رائج ہے، وہ بہتان لگانا ہے، قذف کا تعلق ان جرائم میں سے ہے جو بے حیائی کو فروغ دیتے ہیں، بلکہ یہ بے حیائی کو پھیلانے کا دروازہ ہے، شریعت میں قذف کو حرام قرار دیا گیا ہے، یہ گناہ کبیرہ ہے، اور بہتان لگانے والے پر حد واجب کی گئی ہے، جو اسی کوڑے ہیں، اور ان کی گواہی بھی مردود ہوگی، سواء اس کے کہ دلیل سے اس کی بات ثابت ہو جائے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدة ولاتقبلوا لھم شھادة ابدا واولئک ھم الفاسقون۔ (۴۸)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو، یہی لوگ پکے نافرمان ہیں۔

ایک محدود دائرہ میں بھیدو دوسرے کے عیوب کو بیان کرنے اور اس کی تشہیر کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، تو پھر میڈیا کی سطح پر عیب کی تشہیر کی ممانعت کتنی سخت ہوگی۔

قذف کے لئے شریعت میں دو طرح کی حدیں متعین ہیں، ایک کوڑا لگانا، اور دوسرا تہمت لگانے والے کی گواہی کا قبول نہ کیا جانا، اسی طرح حد شرعی کے شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں ولی امر کے لئے تعزیر کے ذریعہ سزا متعین کرنے کا حق ہے، شریعت نے اس مسئلہ میں لوگوں کے مزاج اور جرم کی نوعیت کو ملحوظ رکھا ہے، دوسروں کی عزت سے کھیلنے والوں کے لئے اس سزا میں بڑی عبرت ہے۔ (۴۹)

۵۔ حفظ مال اور ذرائع ابلاغ

پانچواں اساسی مقصد حفظ مال ہے، دین اور دنیا دونوں میں مال کی بڑی اہمیت ہے، شریعت میں حلال طریقہ پر کسب معاش یعنی مال حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مال حاصل کرنے کے ساتھ اس مال کی حفاظت کا بھی حکم دیا گیا ہے، مال کی حفاظت کا شریعت میں کیا مقام ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مال کی حفاظت کی خاطر اگر جان چلی جائے تو وہ شہید کے حکم میں ہے:

من قتل دون ماله فهو شهيد۔ (۵۰)

مال کو محفوظ کرنے کے لئے چوری کو حرام کیا گیا، اور اس کی سزا متعین کی گئی:

السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم۔ (۵۱)

چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت، ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے کرتوت کی سزا ہے، اور اللہ کی طرف سے عبرت کے لئے ہے، اور اللہ بڑی قوت والے اور حکمت والے ہیں۔

مال غصب کرنے کی بھی ممانعت ہے:

ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل۔ (۵۲)

اور ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔

مال کے تحفظ کا دائرہ

شریعت میں مال کے تحفظ کا مطلب صرف چوری کی حرمت اور چور کا ہاتھ کاٹنا نہیں ہے، بلکہ اس میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو شریعت کی جانب سے زمین پر اللہ کی نیابت، عمرانیات اور اصلاح ارض سے متعلق ہیں، وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو مال کی اہمیت، اس کی حرمت اور اس کے مطلوبہ کردار، اور اس کے حصول کے لئے زمین میں سفر سے متعلق ہیں، تجارتی معاہدات اور مالی معاملات سے متعلق جو شرعی احکام ہیں وہ بھی داخل ہیں، اسی طرح مال کو ضائع ہونے سے بچانے سے متعلق شرعی قواعد مثلاً چوری کی حرمت، چوری کی سزا، اسراف کی ممانعت، مال کو ضائع کرنے کی ممانعت، غلط طریقہ سے دوسروں کا مال کھانے کی ممانعت، یتیموں کے مال کی حفاظت، اور اس مال کو بہتر انداز میں صرف کرنے کی ہدایت، نیز غلط طریقہ سے مال کو خرچ کرنے اور پاگلوں کو مال خرچ کرنے کی ممانعت شامل ہیں۔ (۵۳)

حفظ مال کے مفہوم میں ارتقاء

دیگر مقاصد کے مفہوم کی طرح حفظ مال کے مفہوم میں بھی ارتقاء ہوا ہے، اب اس کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے، ڈاکٹر جاسر عودہ لکھتے ہیں:

غزالی کی اصطلاح 'حفظ المال' جو عامری کی اصطلاح 'مزجرة اخذ المال' یا چوری کی سزا کے ہم معنی تھی، اور اسی طرح جوینی کی اصطلاح 'عصمة الاموال' میں عصر حاضر میں اتنا ارتقاء ہوا کہ اب اقتصادیات وسماجیات کی رائج اصطلاحات

کا ساتھ دے سکیں، مثلاً ہمیں مقاصد شریعت کی بعض معاصر تحریروں میں اجتماعی تکفل، اقتصادی اعتبار سے معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان مال کی منصفانہ تقسیم اور زیادہ فرق نہ ہونے دینے جیسی اصطلاحات کا استعمال خوب دکھ رہا ہے، زیادتی اور غصب سے افراد کے مال کی حفاظت نیز سود کی حرمت وغیرہ کے علاوہ اب مذکورہ بالا اصولوں کا بھی تذکرہ کیا جا رہا ہے، اور صحیح فہم ہے، اس جیسے ارتقاء سے اجتماعی اقتصادی ترقی کی حوصلہ افزائی کے لئے مقاصد کے استعمال کا موقع ملتا ہے، اور اس کی اکثر مسلم اکثریتی ممالک کو بہت زیادہ ضرورت ہے، اسی طرح مقاصدی اصطلاحات کا یہ ارتقاء investment کے میدان میں 'اسلامی متبادل' بھی پیش کرتا ہے، اس متبادل کو آج کل غیر مسلم اکثریت والے ممالک میں بھی خوب رواج مل رہا ہے، خاص طور پر حالیہ عالمی اقتصادی بحران میں اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ (۵۴)

ڈاکٹر جاسر عودہ اپنی دوسری کتاب میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عامری نے ضروریات خمسہ کے ضمن میں ایک مقصد 'مزجرۃ اخذ المال' (ناحق مال ہتھیانے سے روک تھام) کا ذکر کیا ہے، جس کی وجہ سے چوری اور ڈکیتی کی حدود مشروع کی گئی ہیں پھر امام الحرمین نے اسی کو 'عصمۃ المال' سے تعبیر کیا ہے، اور بعد میں اس کو امام غزالی نے مستصفی میں 'حفظ المال' کی اصطلاح دی، امام شاطبی نے موافقات میں اس کے مآخذ بیان کئے ہیں، عصر حاضر میں مال کے مفہوم میں زبردست وسعت پیدا ہوئی ہے، اب اس کے مفہوم کے اندر مملوکہ اثاثہ (welth) کے ساتھ ساتھ قومی اور بین الاقوامی اعتبار سے قیمت (Value) بھی داخل ہوگئی ہے، اس ارتقاء کی تعبیر ہم کو اسلامی اقتصادیات کے ان نظریات میں ملتی ہے، جس کے سلسلے میں اسلامی بینکنگ کے مختلف پروجکٹس کے سامنے آنے کے بعد پچھلی تین دہائیوں میں خوب علمی کام ہوا ہے، محترم ہادی خسروشاہی جیسے بعض معاصر محققین نے 'حفظ المال' کے مفہوم میں کتاب وسنت کے استقراء کے نتیجہ میں مزید وسعت دی ہے، انہوں نے اس کے اساسی مفہوم (افراد کے مال کی حفاظت) کے علاوہ اس میں بعض وہ امور بھی داخل کئے جن کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے، جیسے اجتماعی تکافل اور اقتصادی اعتبار سے معاشرہ کے طبقات میں زیادہ فرق نہ ہونے دینا۔ (۵۵)

بجلی اور توانائی کو صحیح استعمال کرنے کا مزاج بنانا

اس مقصد کی تکمیل میں میڈیا کے رول کی اہمیت اس طرح نظر آتی ہے کہ زمین کو آباد کرنے اور استخلاف جیسے بنیادی مقصد کے لئے مال صرف کرنے پر آمادہ کیا جائے، اس ابلاغی مہم میں بجلی اور توانائی کے صحیح استعمال کی رہنمائی، اقتصادی مہمات بھی شامل ہیں۔

ملکی مصنوعات کی خریداری

اسی طرح حفظ مال سے متعلق میڈیا اہم کردار ادا سکتا ہے کہ وہ ملکی مصنوعات کو خریدنے پر لوگوں کو آمادہ کرے، یہ ملکی معاشیات کی مضبوطی کا ذریعہ ہے، اس سے روزگار کے مواقع بھی نکلیں گے، اور اس طرح حفظ نفس کے مقصد کی تکمیل میں بھی معاونت ہوگی۔

مالی کرپشن کا انکشاف

میڈیا کا ایک سلبی کردار یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کرپشن کا پردہ فاش کیا جائے، اور کرپشن کرنے والے کو اجاگر کیا جائے، یہ میڈیا کا سب سے بڑا کام ہوگا۔

تصوراتی مقابلوں کی روک تھام

مال کو غلط طریقہ پر خرچ سے بچانے میں بھی میڈیا اپنا رول ادا کرسکتا ہے، بطور خاص خیالی مقابلوں کے ذریعہ، کیونکہ اس طرح کے مقابلے ممنوع اور عموماً جوا میں شامل ہوتے ہیں۔

جعلی مصنوعات کی ترویج پر نکیر

فرضی منصوبوں کی ترویج واشاعت اور جعلی مصنوعات کی ترویج اشاعت جس میں لوگوں کا مال غلط طریقہ سے کھایا جاتا ہے، ان چیزوں کو روکنے میں میڈیا اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔

ابلاغ اور شریعت کے مقاصد خاصہ

مقاصد خاصہ سے مراد وہ مصالح یا امور ہیں جن کا شریعت کے کسی ایک حصہ یا کسی مخصوص شعبہ کے تمام ابواب میں خیال رکھا گیا ہو جیسے عبادات سے متعلق شریعت کے مقاصد، خاندانی نظام سے متعلق مقاصد، مالی احکام سے متعلق مقاصد، سزاؤں سے متعلق مقاصد وغیرہ

درج ذیل تفصیلات کی روشنی میں اعلام کے مقاصد خاصہ کو سمجھا جاسکتا ہے:

مسلمانوں کے مسائل کی فکر

مسلمانوں کے عام مسائل ومعاملات سے دلچسپی لینا اعلام کے مقاصد خاصہ میں شامل ہے، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو خیر خواہی قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الدين النصيحة، قلنا لمن، قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔ (۵۶)

اعلام خیر خواہی کا کام کرتا ہے، اس طرح کہ ایک جانب جہاں حکومت کو اپنے پروگراموں اور خبروں کے ذریعہ حالات سے واقف کراتا ہے اور اس تک خیر خواہی کو منتقل کرتا ہے وہیں دوسری طرف ضرورت مندوں کی مدد بھی کرتا ہے بایں طور کہ ان کی آواز حکمراں طبقہ تک پہونچاتا ہے، اسی طرح ضرورت مندوں اور رفاہی اداروں کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔

خبروں کو پرکھنے کا مزاج عام کرنا

ابلاغ کے خصوصی مقاصد میں خبروں کی تصدیق وتوثیق کے کلچر کو فروغ دینا ہے، یہ شریعت کے اصولوں میں ایک اہم

اصول ہے، جس کی رعایت ہمیں اسلام کے اکثر مسائل میں نظر آتی ہے، گرچہ اسلامی معاشرہ میں سچائی اور عدالت کا غلبہ ہونا چاہیے مگر اس کے باوجود خبروں کے نقل کرنے کے سلسلہ میں سخت اصول وضوابط بنائے گئے ہیں، جن خبروں کے نتائج جتنے اہم ہوتے ہیں ان خبروں کی تحقیق میں اسی قدر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ سے کوئی بات نقل کرنے سے شرعی احکام کا وجود ہوتا ہے، اس لئے اس معاملہ میں شریعت میں اسی قدر احتیاط کی تاکید کی گئی ہے، جمع قرآن کے سلسلہ میں جس درجہ احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا، احادیث کو جمع کرنے کے سلسلہ میں جو نظام بنایا گیا وہ اس کی بہترین دلیل ہیں، احادیث کو جمع کرنے سے متعلق جرح وتعدیل کا پورا فن وجود میں آیا، جس میں رواۃ کے حالات زندگی کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔

الف: اگر کسی بات سے دوسروں کے حقوق متعلق ہوں یا اس سے ایسے اثرات مرتب ہونے والے ہوں جن میں نفع یا ضرر کا پہلو ہوتا ہے تو ایسے مسائل میں بھی شریعت نے احتیاط کا طریقہ اختیار کیا ہے، اسی مقصد کے تحت حدود کے نفاذ کے لئے گواہوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے، خرید وفروخت میں حق ثابت ہوتا ہے، اس لئے وہاں بھی گواہ کا ہونا مستحب ہے، نسب کی اہمیت اور نسل کی حفاظت کی خاطر نکاح میں گواہوں کا ہونا شرط ہے، اگر کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے شرعی ضوابط نہ ہوں تو کوئی کچھ بھی کہہ سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو یعطی الناس بدعواھم لادعی ناس دماء رجال و اموالھم ولکن الیمین علی من ادعی علیہ۔(۵۷)

ب: جو شرائط قرآن واحادیث کے نقل کے لئے ہیں وہ شرائط صحابہ سے نقل کے لئے نہیں ہیں، کہ یہاں سند کا متصل ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ نقل کرنے کا طریقہ جتنا مضبوط ہوگا نقل ہونے والی بات اتنی ہی قابل اعتماد ہوگی، شرع من قبلنا اور قول صحابی کے حجت ہونے کے لئے سلسلہ میں اس اصول کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ج: اسلام کے آخری دین ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ دین اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہو کہ لوگوں کے مسائل حل ہو سکیں، اور ان کے حالات کی رعایت ہو سکے، جب ایسا ہونے لگے تب ہی کہا جائے گا کہ یہ دین ہر دور اور ہر علاقہ کے لئے مفید ہے، اسی بنیاد پر شریعت میں زمانہ کی تبدیلی سے بعض مسائل میں تبدیلی کا اصول موجود ہے، فسق وفجور کے عام ہونے اور دین سے رشتہ کمزور ہونے کے نتیجہ میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ لوگوں کے مسائل ان کے فجور کے تناسب سے ہوں گے، یعنی فجور میں جتنا زیادہ آگے بڑھیں گے مسائل بھی اتنے ہی زیادہ ہوں گے، اس لئے عدالت کے اصول کے باوجود اس زمانہ میں تصدیق وتوثیق کا مرحلہ ضروری ہے، گویا اصل توقف کرنا ہے تا آنکہ تحقیق کا مرحلہ مکمل نہ ہو جائے، قرآن میں ایسے لوگوں پر نکیر کی گئی ہے جو ظن وتخمین پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہیں:

ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔(۵۸)

وہ محض بے بنیاد گمان کی پیروی کر رہے ہیں، اور ایسا وہم وگمان حق کے معاملہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

اور خبر کی تصدیق کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبنیوا۔(۵۹)

اے مسلمانو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔

اسی طرح ہر سنی ہوئی بات کو نقل کرنے سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔(٦٠)

خاص طور پر جو باتیں امن عامہ کے لئے خطرہ بن سکتی ہوں ان باتوں کو بغیر تصدیق کے نقل کرنا اسی ممانعت میں شامل ہے، جھوٹی خبریں گڑھنے کا جرم کرنے والوں کو قرآن میں 'مرجفون' سے تعبیر کیا ہے، المرجفون فی المدينة۔(٦١)

زمخشری لکھتے ہیں:

المرجفون :ناس كانوا يرجفون باخبار السوء عن سرايا رسول الله فيقولون هزموا وقتلوا وجرى عليهم كيت وكيت فيكسرون بذلك قلوب المومنين يقال أرجف بكذا:اذا اخبر به على غير حقيقة لكونه خبرا متزلزا غير ثابت۔(٦٢)

اور شیخ محمد طاہر بن عاشور مرجفون کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الارجاف:اشاعة الاخبار، فيه معنى كون الاخبار كاذبة او مسيئة لاصحابها يعيدونها فى المجالس ليطمئن سامعون لها مرة بعد مرة بانها صادقة لان الاشاعة انما تقصد للترويج بشئى غير واقع او مما لايصدق به لاشتقاق ذلك من الرجف والرجفان وهو الاضطراب والتزلزل فالمرجفون قوم يتلقون الاخبار فيحدثون بها فى مجالس ونواد ويخبرون بها من يسال ومن لايسال ومعنى الارجاف هنا :انهم يرجفون بما يوذى النبى صلى الله عليه وآله وسلم والمسلمين والمسلمات ويتحدثون عن سرايا المسلمين فيقولون :هزموا او اسرع فيهم القتل او نحو ذلك لايقاع الشك فى نفوس الناس الخوف وسوء ظن بعضهم ببعض۔(٦٣)

اور شعراوی لکھتے ہیں:

فالمرجفون هم الذين يحاولون زلزلة الشئى الثابت وزعزعة الكيان المستقر، كذلك كان المنافقون كلما رأو ا للاسلام قوة حاولوا زعزعتها وهزها لاضعافه والقضاء عليه وهولاء هم الذين نسميهم فى التعبير السياسى الحديث'الطاهور الخامس'وهم الجماعة الذين يروجون الاشاعات ويذيعون الاباطيل التى تضعف التيار العام وتهدد استقراره۔(٦٤)

ج: مطلوبہ مسلم معاشرہ میں جملہ افراد ذمہ داری کو اٹھانے میں برابر درجہ کے شریک ہوتے ہیں، امام شافعی کا یہ جملہ معروف ہے 'المستمع شریک القائل' کہ سننے والا بولنے والے کے عمل میں شامل ہے۔

ابونعیم نے امام شافعی کی پوری بات اس طرح نقل کی ہے:

قال خرج الشافعى يوما من سوق القنادل متوجها الى حجرته فتبعناه فاذا رجل يسفه على رجل من اهل العلم فالتفت اليه الشافعى فقال :نزهوا اسماعكم عن استماع الخنا كما تنزهون السنتكم عن النطق به فان المستمع شريك القائل وان السفيه ينظر الى اخبث شئى فى وعائه فيحرص ان يفرغه فى اوعيتكم ولو ردت كلمة السفيه لسعد رادها كما شقى بها قائلها۔(٦٥)

لہذا ابلاغ کی ذمہ داری پیغام کو پہونچانے والے اور پیغام کو قبول کرنے دونوں پر ہوگی، دونوں اس امانت کو

اٹھانے میں برابر درجہ کے شریک ہیں، پیغام کو قبول کرنے کا کردار پیغام رساں سے کم نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جو پیغام کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم ولو لا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطان الا قليلا۔ (۶۶)

جب ان کو امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر وہ اس کو رسول اور اپنے میں سے ذمہ داروں تک پہونچا دیتے تو ان میں سے جو تحقیق کرنے والے ہیں وہ اس کی تحقیق کر لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا کرم اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو کچھ لوگوں کے سوا تم تو شیطان کی پیروی کر لئے ہوتے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

'اذاعوا به' اى افشوه واظهروه وتحدثوا به قبل ان يقفوا على حقيقته ... 'لعلمه الذين يستنبطونه منهم' اى يستخرجونه اى لعلموا ماينبغى ان يفشى منه وماينبغى ان يكتم۔ (۶۷)

زمخشری لکھتے ہیں:

هم ناس من ضعفة المسلمين الذين لم تكن فيهم خبرة بالاحوال ولا استبطان للامور ... ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر وقالوا نسكت حتى نسمعه منهم ونعلم هل هو ممايذاع او لايذاع لعلمه الذين يستنبطونه منهم لعلم صحته وهل هو ممايذاع او لايذاع۔ (۶۸)

اعلام تبلیغ کا بہترین ذریعہ

شریعت کے نزدیک ابلاغ وسیلہ ہے، مقصود نہیں، اصل مقصود دین کی تبلیغ ہے، اور ابلاغ اس تبلیغ کی ادائیگی کا بہترین وسیلہ ہے، لہذا یہ تبعا واجب ہے، فقہاء کہتے ہیں: **وسيلة المقصود تابعة للمقصود**

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

لما كانت المقاصد لا يتوصل اليها الا باسباب وطرق تفضى اليها كانت طرقها واسبابها تابعة لها معتبرة بها فوسائل المحرمات والمعاصى فى كراهتها والمنع بحسب افضائها الى غايتها وارتباطها بها ووسائل الطاعات والقربات فى محبتها والاذن فيها بحسب افضائها الى غايتها فوسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود لكنه مقصود قصد الغايات وهى مقصودة قصد الوسائل فاذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق ووسائل تفضى اليه فانه يحرمها ويمنع منها تحقيقا لتحريمه وتثبيتا له ومنعا ان يقرب حماه ولو اباح الوسائل والذرائع المفضية اليه لكان ذلك نقضا للتحريم واغراء النفوس به وحكمته تعالى وعلمه يابى ذلك كل الاباء۔ (۶۹)

وسائل سے مراد وہ راستے ہیں جو مصالح اور مفاسد تک پہونچاتے ہیں، اور مقاصد سے مراد وہ نتائج ہیں جنہیں شریعت پیدا کرنا چاہتی ہے، چنانچہ وسائل میں حکم اس پر لگے گا جو کچھ ترسیل کیا جاتا ہے، چاہے اچھی چیزیں ترسیل کی جائے یا بری چیزیں، افضل مقاصد کے وسائل اچھے سمجھے جاتے ہیں، اور برے مقاصد کے وسائل برے سمجھے جائیں

گے، یعنی وسائل کی حد بندی مصالح اور مفاسد کی ترتیب کے تناظر میں ہوگی۔علامہ قرافی لکھتے ہیں:

وکذا کون الوسیله الی افضل المقاصد افضل الوسائل والی اقبح المقاصد اقبح الوسائل والی ما یتوسط متوسطة کمالا یخفی فافهم۔(۷۰)

ابلاغ جہاد کی طرح ہے

ابلاغ کی حیثیت اور اس کا حکم جہاد کے خاص احکام سے بھی متعین کیا جا سکتا ہے، جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے، اسی طرح ابلاغ کا مقصد بھی یہی ہے، لہذا مقصود کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں، اور موجودہ زمانہ میں قتال تلوار اور گولی میں منحصر نہیں ہے بلکہ قلم، پروگرام، الیکٹرانک نشریات سب سے زیادہ طاقت والا ہتھیار ہے، اسی لئے ابلاغ کو آج چوتھی نسل کی جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) سورہ توبہ: ۴۲

(۲) سورہ نحل: ۹

(۳) سورہ لقمن: ۱۹

(۴) مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ج ۳، ص: ۱۶۵، ط: وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، قطر، ۱۴۲۵ھ

(۵) المقاصد العامۃ، ص: ۹۷، المعہد العالی للفکر الاسلامی، طبع دوم، ۱۹۹۴ء

(۶) الاجتہاد المقاصدی، ج ۱، ص: ۵۲، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، قطر

(۷) فقہ مقاصد، ص: ۲۳۔۲۴، از ڈاکٹر جاسر عودہ، ترجمہ احمد الیاس نعمانی ندوی

(۸) نظریۃ المقاصد عند الشاطبی، ص: ۷

(۹) الاجتہاد المقاصدی، ص: ۳۶

(۱۰) الاجتہاد المقاصدی، ص: ۳۶

(۱۱) مقاصد الشریعۃ، ص: ۷۵، احمد الریسونی، ط: دار الکلمۃ، ۲۰۱۴ء

(۱۲) نحو تفعیل مقاصد الشریعۃ، ص: ۱۳۱، دار الفکر دمشق ۱۴۲۲ھ

(۱۳) الموافقات، ج ۲، ص: ۱۸

(۱۴) حوالہ سابق، ج ۲، ص: ۲۰

(۱۵) الموافقات، ج ۲، ص: ۲۱

(۱۶) محاضرات فی مقاصد الشریعۃ، ص: ۱۹۴، از ڈاکٹر احمد ریسونی، دار الکلمۃ

(۱۷) الموافقات، ج ۲، ص: ۲۱

(۱۸) ادب الدنیا والدین، ج ۱، ص: ۱۳۳، مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۸۶ء

(۱۹)سورہ ہود:۸۸
(۲۰)سورہ ہود:۶۱
(۲۱)سورہ بقرہ:۲۰۴۔۲۰۶
(۲۲)معلمۃ زاید، ج۴،ص:۳۶۳(۴
(۲۳)مراجعات فی الفکر والدعوۃ والحرکۃ،ص:۵۶،از دکتور عمر عبید حسنۃ، معلمۃ زاید ج۷،ص:۲۷۵
(۲۴)الاشباہ والنظائر، ابن نجیم، ج۱،ص:۹۱
(۲۵)شرح القواعد الفقہیۃ، ج۱،ص:۱۱۹
(۲۶)الموسوعۃ الفقہیۃ، ج۱۶،ص:۲۵۶
(۲۷)الموافقات، ج۲،ص:۲۱
(۲۸)الموافقات، ج۲،ص:۱۸
(۲۹)(البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج۴،ص:۱۱۲
(۳۰)المقاصد الشریعۃ العامۃ،ص:۲۲۶،۲۲۷
(۳۱)مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ج۳،ص:۲۳۴
(۳۲)السنن الکبری للبیہقی، ج۱۰،ص:۳۵۳،دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۳ء
(۳۳)سورہ الحدید:۲۵
(۳۴)التحریر والتنویر، ج۲۷،ص:۴۱۶،از شیخ محمد طاہر بن عاشور، ط: دار سحنون للنشر والتوزیع، تونس
(۳۵)البحر المحیط، ج۸،ص:۲۳۳
(۳۶)اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم، ج۱،ص:۵۲۶، ط: دار عالم الکتب، بیروت لبنان، ۱۹۹۹ء
(۳۷)مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، ج۲،ص:۱۳۹
(۳۸)مدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ،ص:۷۵، ط: مکتبہ وہبہ، قاہرہ ۱۹۹۷ء
(۳۹)فقہ مقاصد،ص:۳۳،از ڈاکٹر جاسر عودہ، ترجمہ مولانا احمد الیاس نعمانی، بحوالہ نحو تفعیل النموذج المقاصدی فی المجال السیاسی والاجتماعی، یہ مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ: دراسات فی قضایا المنہج ومجالات التطبیق نامی کتاب میں شامل ہے،
(۴۰)سورہ یونس:۳۶
(۴۱)سورہ حجرات:۱۲
(۴۲)معلمۃ زائد، ج۳،ص:۳۹۹
(۴۳)سورہ بقرہ:۱۲۹
(۴۴)سورہ مائدہ:۹۰
(۴۵)سورہ سورہ نساء:۲۱

(۴۶)سورہ حجرات:۶
(۴۷)صحیح مسلم،باب النہی عن الحدیث بکل ماسمع،حدیث نمبر:۷
(۴۸)سورہ نور:۴
(۴۹)معلمۃ زاید،ج۳،ص:۴۰۰
(۵۰)صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق،حدیث نمبر:۳۷۸
(۵۱)سورہ مائدہ ۳
(۵۲)سورہ بقرہ:۱۸۸
(۵۳)معلمۃ زاید،ج۳،ص:۴۰۰،احمد الریسونی
(۵۴)علم مقاصد شریعت:ایک آسان تعارف،ڈاکٹر جاسر عودہ،ترجمہ مولانا احمد الیاس نعمانی ندوی،ص:۵۰
(۵۵)فقہ مقاصد:شرعی احکام کا مقاصد شریعت سے ربط،ص:۲۸،از ڈاکٹر جاسر عودہ
(۵۶)صحیح البخاری،کتاب الایمان،باب قول النبی الدین النصیحۃ،حدیث نمبر:۴۲،صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب بیان ان الدین النصیحۃ،حدیث نمبر:۲۰۵
(۵۷)صحیح البخاری،کتاب تفسیر القرآن،باب ان الذین یشترون ،حدیث نمبر:۲۵۵۴،صحیح مسلم،کتاب الاقضیۃ،باب الیمین علی المدعی علیہ،حدیث نمبر:۱۷۱۱
(۵۸)سورہ نجم:۲۸
(۵۹)سورہ حجرات:۶
(۶۰)صحیح مسلم،باب النہی عن الحدیث بکل ماسمع
(۶۱)سورہ احزاب:۶۰
(۶۲)الکشاف،ج۳،ص:۵۷۰
(۶۳)التحریر والتنویر،ج۲۲،ص:۱۰۸
(۶۴)تفسیر الشعراوی،ج۱،:۷۵۵۷
(۶۵)حلیۃ الاولیاء،ج۹،ص:۱۲۳،دار الکتاب العربی،بیروت،طبع چہارم،۱۴۰۵ھ
(۶۶)سورہ نساء:۸۳
(۶۷)احکام القرآن،ج۵،ص:۲۹۱
(۶۸)الکشاف،ج۱،ص:۵۷۲
(۶۹)اعلام الموقعین،ج۳،ص:۱۵۳
(۷۰)الفروق للقرافی،ج۲،ص:۶۲،مزید دیکھئے:مقاصد الشریعہ لابن عاشور،ج۳،ص:۴۰۰،قواعد الاحکام، ج۱،ص:۵۳،عن معلمۃ زائد،ج۲۶،ص:۴۵۱